تیرے جانے کے بعد

غزالہ عزیز

www.urdurasala.com

تیرے جانے کے بعد

سوئے ہوئے خوابوں کو جگانے نہیں آتا
آنکھوں کے جزیروں کو بہانے نہیں آتا
آنکھوں میں کئی سال ہوئے برف جمی ہے
اک پل کے لئے مجھ کو رلانے نہیں آتا

ثانیہ علی کے اپنی زندگی سے نکل جانے کے بعد عمر کے اٹھارہ برس دشتِ تنہائی میں سفر کرنے کے بعد آج اپنی سرزمین پر قدم رکھا تو معلوم ہوا کہ یہاں اتنے برسوں میں بہت کچھ بدل چکا ہے لیکن

www.urdurasala.com

تیرے جانے کے بعد

یہاں کی مانوس فضائیں اور اس ماحول میں رچی بسی محبت و اپنائیت کی خوشبو ویسی ہی ہے محبت کی وہی مانوس خوشبو جو شاید اس شہر کے کسی گھر میں اپنی گرہستی سنبھالے اپنے شوہر اور بچوں کے سنگ اپنی زندگی ہنسی خوشی جی رہی ہو گی۔ اسے کیا معلوم کی اس شہر میں جہاں ہماری پاکیزہ محبت نے جنم لیا مجھے اس کی خوشبو آج بھی اس ماحول میں رچی بسی محسوس ہوتی ہے وہ میری آنکھ سے اوجھل مجھ سے دور سہی مگر اس کا احساس میرے دل میں آج بھی محبت کی اولین خوشبو کی مانند ایوان دل کو مہکائے ہوئے تھا وہ ساتھ نہ ہو کر بھی قدم قدم پر سایہ بن کر میرے ساتھ تھا اسے کیا معلوم کہ راہِ محبت میں کوئی آج بھی وفا کے موسم اپنے ساتھ لئے ایک وہ مانوس چہرہ جسے دیکھنے کی خواہش میں طویل عمر کی مسافت تنہا کاٹ کر کوئی مسافر بن کر اس کے شہر میں لوٹ آیا ہے وہ جو اٹھارہ برس قبل مجھے بزدل اور بے وفا سمجھ کر کڑے

تیرے جانے کے بعد

حالات میں خود کو سمجھوتوں کی صلیب پر چڑھانے کا فیصلہ کر چکی تھی میری مجبوریوں کو اس نے بزدلی کا نام دیا تھا شاید اس لئے کہ مردوں کے اس معاشرے میں لوگ عورت کو ہی مظلوم و مجبور سمجھتے ہیں حالانکہ زندگی کی آزمائش اور کڑے حالات کبھی کبھی مرد کو بھی بے حد مضبوط و با اختیار ہونے کے باوجود مجبور بے بس بنا دیتے ہیں، پھر ثانیہ علی نے میری مجبوری و بے بسی کو کیوں نہیں سمجھا؟ ہم دونوں ہی مڈل کلاس سے تعلق رکھتے تھے لہٰذا ایک دوسرے کے مسائل کو بہت اچھی طرح سمجھتے تھے ہمارا سفید پوش طبقہ جہاں عزت اور رواداری کا بھرم اپنی جان سے زیادہ عزیز رکھتا ہے ثانیہ کے والد محکمہ ایجوکیشن میں کلرک تھے جب کہ ثانیہ کے علاوہ ان کی تین بیٹیاں اور تھیں، بیٹا کوئی نہیں تھا لہٰذا جوان بیٹیوں کی فکر نے ان کے بوڑھے کاندھوں کو وقت سے پہلے ہی ناتواں کر دیا تھا وہ چاہتے تو چور دروازوں سے آمدنی

تیرے جانے کے بعد

بڑھانے کے راستے اپنا سکتے تھے مگر شرافت ایمانداری اور رزق حلال کی خواہش نے کڑے سے کڑے حالات میں بھی ان کے ضمیر کو مردہ ہونے نہیں دیا تھا ثانیہ گریجویشن کر چکی تھی جب کہ اس سے چھوٹی بہنیں اسکول، کالج میں زیر تعلیم تھیں بڑھتی ہوئی مہنگائی اور زندگی کی معاشی ضروریات کو پورا کرنے کے لئے ثانیہ نے ہی حوصلے اور ہمت سے اپنے بوڑھے باپ کی ذمہ داریوں کے بوجھ کو کم کرنے کے لئے جاب کا فیصلہ کیا تھا اور بڑی مشکل سے وہ ماں باپ کو قائل کر پائی تھی کیونکہ ہمارے طبقے کے شریف گھرانوں میں لڑکیوں کا کام کرنا اب بھی معیوب سمجھا جاتا ہے مگر اپنی ذہانت سے ثانیہ نے دلائل دے کر بالآخر ماں باپ کو راضی کر لیا تھا یوں بڑی تگ و دو کے بعد وہ ایک پرائیویٹ ادارے میں ٹیلی فون آپریٹر کی حیثیت سے جاب حاصل کرنے میں کامیاب ہو گئی تھی ہم دونوں ایک ہی محلے میں رہتے تھے

تیرے جانے کے بعد

یہی نہیں ہم پڑوسی بھی تھے لہٰذا ثانیہ کے اور میرے گھر کے اچھے خاصے گھریلو مراسم تھے میری چھوٹی بہن ثمرہ ثانیہ کی دوست تھی۔ لہٰذا ثانیہ اکثر ہمارے گھر آتی تھی ہم ایک ہی محلے ایک ہی گلی میں کھیل کود کر بڑے ہوئے تھے ہوش سنبھالنے کے بعد اگرچہ بچپن کی بہ نسبت ہماری آپس میں وہ بے تکلفی نہیں رہی تھی لیکن اکثر اپنے گھر میں ثانیہ سے رسمی بات چیف ہو جاتی تھی سنجیدہ اور خوب صورت ہونے کے ساتھ اس کے حسن سادگی نے رفتہ رفتہ میرے دل میں جگہ بنانی شروع کر دی تھی مجھ سے چھوٹی تین بہنیں تھیں والد صاحب کا سایہ سر سے اٹھ چکا تھا بیوہ ماں اور بہنیں ہی میری کل کائنات تھیں یہی وجہ تھی کہ ذمے داریوں کے احساس نے مجھے عمر سے پہلے ہی خاصا سنجیدہ اور حساس بنا دیا تھا ثانیہ اور میرے حالات ایک جیسے تھے اور شاید ذمے داریاں بھی ہم دونوں کی ایک جیسی تھیں اس لئے غیر محسوس

تیرے جانے کے بعد

طریقے سے ہم ایک دوسرے کے نزدیک آ گئے تھے جاب کے سلسلے میں ثانیہ نے مجھ سے ہی مشورہ کیا تھا حالانکہ اس وقت میں خود ڈگری ہاتھ میں لئے نوکری کی تلاش میں پچھلے کئی ماہ سے مسلسل اپنی قسمت آزما رہا تھا میرا خیال تھا کہ لڑکوں کی نسبت آج کل لڑکیوں کو جاب آسانی سے مل جاتی ہے اس لئے اسے پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے اسے جلد ہی جاب مل جائے گی اور واقعی ایسا ہو گیا تھا ایک دو ماہ کی کوشش کے بعد اسے ایک پرائیویٹ ادارے میں ٹیلی فون آپریٹر کی جاب مل گئی تھی اس روز وہ اس خوشخبری کے ساتھ مٹھائی لے کر ہمارے گھر آئی تھی کامیابی کی خوشی میں اندرونی مسرت و اطمینان سے اس کا چہرہ جگمگا رہا تھا اور تب بے اختیار ہی اس کے چہرے کو دیکھتے ہوئے میں نے دل میں اس کی دائمی خوشیوں اور یونہی ہنستے مسکراتے رہنے کی دعا کر ڈالی تھی جانے میں نے ایسا کیوں کیا تھا؟ شاید ان

تیرے جانے کے بعد

جانے میں میرے دل کے کسی کونے میں محبت کی شمع چپ چاپ ہی روشن ہوگئی تھی ہمیشہ کی طرح سادہ سے روپ میں صندلی رنگت اور بڑی بڑی غلافی آنکھوں والی ثانیہ علی اپنے نازک سراپے سمیت سچ مچ اس روز اپنی تمام تر سادگی و دلکشی کے ساتھ دل میں اتر گئی تھی دل پہلی بار رنگ ڈھنگ سے محبت کی مدھر لے پر دھڑکا تھا حالانکہ اپنے جذبات و احساسات کو دوسروں پر ظاہر کرنے میں ہمیشہ سے میں کمزور رہا ہوں لیکن اس روز ثانیہ کے انوکھے دلکش روپ کی چاندنی نے میری آنکھوں میں اتنی روشنی بھر دی تھی کہ میرے وجود کا رواں رواں سرشاری کی کیفیت میں ڈوب گیا تھا جب میں نے اپنی جگمگاتی آنکھوں کے ساتھ اسے مبارک باد پیش کی تھی خود بخود پہلی بار مجھ سے بات کرتے ہوئے ثانیہ کی گھنیری پلکیں جھک گئی تھیں اس نے دھیرے سے شکریہ ادا کیا تھا کہتے ہیں عورت اپنے اوپر پڑنے والی

تیرے جانے کے بعد

مرد کی ہر نگاہ بخوبی پڑھ لیتی ہے شاید ثانیہ نے بھی اس روز میری آنکھوں میں لکھی محبت کی ان کہی کہانی کو پڑھ لیا تھا تب ہی تو وہ پہلے کی نسبت محتاط ہو گئی تھی اور شاید جاب کی مصروفیات بھی تھی اس لئے ہمارے گھر اس کی آمد و رفت کم ہو گئی تھی لڑکیوں کو محتاط ہونا چاہئے اور اگر ان میں رکھ رکھاؤ بھی ہو تو ان کی شخصیت معتبر ہو جاتی ہے ثانیہ کے اس عمل نے میرے دل میں اس کی قدر و منزلت اور بڑھا دی تھی لیکن اس کی چپ میں چھپے اقرار کو میں اپنے کانوں سے سننا چاہتا تھا میں نہیں چاہتا تھا کہ وہ میرے جذبات سے بے خبر رہے کہ میری سپاٹ سی بے رنگ زندگی میں اس کے وجود سے کتنی روشنی کتنی خوشی بھر گئی ہے میری بنجر آنکھیں اس کے سپنے دیکھنے لگیں ہیں میں چاہتا تھا کہ اسے معلوم ہو کہ وہ میری زندگی میں کیا حیثیت رکھتی ہے اس کی ذات اپنی تمام تر سادگی اور خلوص کے ساتھ میرے لئے کتنی اہم اور قیمتی بن

چکی ہے میں اسے اپنے دل کی ساری حکایتیں سنانا چاہتا تھا اور دل کی یہ بے چینی اور کشمکش روز بروز بڑھتی جا رہی تھی بالآخر ایک روز مجھے موقع میسر آ گیا تھا اس روز معمول کے مطابق میں انٹرویو دے کر سہہ پہر تک گھر آ گیا تھا شاید اس کا ہاف ڈے تھا اسی لئے اپنے ادارے میں نکلنے والی خالی آسامی کے بارے میں مجھے بتانے وہ گھر آئی تھی تھوڑی دیر پہلے میں امی ثمرہ گڑیا اور بیعہ کے ساتھ کسی قریبی رشتے دار کے گھر قرآن خوانی اور میلاد کی تقریب میں گئی تھیں رات کا کھانا بھی تھا اس روز میں گھر میں تنہا تھا دروازہ میں نے ہی کھولا تھا وہ مجھے اپنے آفس میں نکلنے والی آسامی کے بارے میں بتانے آئی تھی تا کہ میں اپلائی کر سکوں اور شاید جاب کے معاملے میں میری قسمت بھی کھل جائے مگر دروازے پر مجھے دیکھ کر اور یہ جان کر کہ گھر میں کوئی نہیں ہے وہ واپس لوٹنا چاہتی تھی لیکن میری عاجزانہ درخواست نے اسے چند

منٹ کے لئے اندر آ کر میری بات سننے پر مجبور کر دیا تھا محبت میں اعتماد بہت ضروری ہوتا ہے اور شاید ثانیہ علی کا وہ اعتماد ہی تھا کہ وہ چند لمحے جھجکنے کے بعد کچھ سوچ کر دہلیز کے اندر قدم بڑھا چکی تھی۔

میں زیادہ دیر تمہیں یہاں نہیں روکوں گا صرف ایک بات کہنی ہے تمہیں اختیار ہے کہ تم میری بات کو رد کرو یا قبول اس کا فیصلہ میں اپنی قسمت پر چھوڑتا ہوں لیکن زندگی کے سفر میں اگر تمہاری ہمسفری اور محبت مل جائے تو میں خود کو دنیا کا خوش قسمت ترین انسان سمجھوں گا۔

تم میرے لئے کیا ہو اس کا اظہار شاید اس وقت میں تمہارے سامنے نہ کر سکوں البتہ اتنا ضرور کہوں گا کہ بچپن کی وہ انسیت آج برسوں بعد تمہاری محبت بن کر میرے دل میں اندر تک اتر گئی ہے یہ احساس مجھے زندگی جینے پر اکساتا ہے اور یہ خواہش اب میرے دل کی اولین آرزو بن گئی ہے کیا تم میری معمولی سی ذات کی قیمتی محبت کو قبول کرو گی؟

میں اپنی حیثیت اچھی طرح جانتا تھا بے روزگاری اور بے بسی کا عذاب کتنا اذیت ناک ہوتا ہے اسی احساس نے مجھے ایک لمحے کے لئے کم ہمت و بے حوصلہ کر دیا تھا مجھے اپنی کم مائیگی کا شدید احساس تھا مگر ثانیہ علی کے لبوں سے نکلنے والے لفظوں نے جس طرح میری ذات کو معتبر کیا تھا اس کے لفظوں نے میرے سارے وجود کی رگ رگ میں سرشاری بھر دی تھی اس نے کہا تھا۔

انسان کو اشرف المخلوقات کا درجہ حاصل ہے اس لیے کسی کی ذات معمولی نہیں ہوتی ہے اور محبت! محبت تو اس دنیا کی سب سے قیمتی اور انمول دولت ہے یہ تو سائل کو بھی شاہ بنا سکتی ہے تمہاری ذات اور حیثیت معمولی نہیں ہے بھلا جس دل میں محبت بستی ہو وہ معمولی کیسے ہو سکتا ہے؟ محبت تو بہت اعلیٰ و ارفع جذبہ ہے۔ یہ عطا ہے نصیب والوں کو ہی ملتی ہے زمین کے سفر میں اگر کوئی شے آسمانی ہے تو وہ محبت

ہے اور آسمانی شے بڑی معتبر و مقدس ہوتی ہے میں اسے قبول کرنے سے انکار کیسے کر سکتی ہوں۔؟

اس کے اتنے سادگی سے پر اظہار نے مجھے اپنے لفظوں سے معتبر ہی نہیں کیا بلکہ میری محبت کو قبول کر کے مجھے واقعی خوش قسمت ترین انسان بنا دیا تھا اس سادے سے اظہار نے اس کے دلکش چہرے کو حیا کی سرخیوں سے اتنا حسین بنا دیا تھا کہ بے اختیار میں اس کے چہرے پر پھیلی محبت کی قوس و قزح کے رنگوں کو بغور تکنے لگا تھا میری نگاہوں کی گرمئی شوق سے گھبرا کے ہی اس نے مجھے اپنی آواز کے مدھر ساز کو چھیڑ کے وقت کی نزاکت کا احساس دلایا تھا پھر اس نے جاب کے بارے میں ساری تفصیل مجھے بتا کر اپنے آفس کا ایڈریس سمجھایا تھا اور اگلے روز ٹائم پر انٹرویو کے لئے پہنچنے کا کہہ کر واپس چلی گئی تھی اور میں دیر تک سرشاری کی کیفیت میں اس کے لہجے کی نرمی اور خوشبو کے

حصار میں مقید رہا تھا پھر چند لمحوں کے بعد اپنی بے خودی پر ہنس کر گنگناتے ہوئے اندر اپنے کمرے کی جانب بڑھ گیا تھا۔

☆☆☆

اگلے روز میں وقت پر انٹرویو ٹائم شروع ہونے سے پہلے ہی ثانیہ کے آفس پہنچ گیا تھا میری طرح کئی امیدوار آنکھوں میں آس و امید کے دیپ جلائے اپنی باری کے منتظر تھے باری باری سب کمرہ امتحان میں گئے اور واپس آ گئے میرا انٹرویو بہت اچھا ہوا تھا اس لئے میں پر امید و مطمئن ہو کر واپس گھر لوٹا تھا حالانکہ وہاں پر موجود لڑکے انٹرویو کے بعد جانے کیوں پر امید نہیں تھے شاید وہ اس آئے دن کے فارمل طرز عمل سے مایوس ہو گئے تھے خود میں نے بھی تو ایسے بے شمار انٹرویو دیے تھے مگر کسی کو بھی میری قابلیت و محنت کی ضرورت نہیں تھی پھر ہمیشہ کی طرح وہی ہوا تھا اگلے دو روز بعد مجھے معلوم ہو گیا تھا کہ اس

ادارے کو بھی میری ضرورت نہیں ہے دراصل اندرون خانہ ادارے کے ایم ڈی نے اپنے کسی قریبی دوست کے جاننے والے کو وہ پوسٹ دے دی تھی انٹرویو کا سلسلہ تو بس خانہ پری نبھانے کے لئے کیا گیا تھا معلوم ہوا کہ اس ملک میں ایک معمولی سا کلرک کی جاب بھی سفارش تعلقات اور اچھی پی آر کے باعث ہی مل سکتی ہے میرے اور مجھ جیسے کوئی نوجوانوں کے پاس یہ چیزیں نہیں تھیں، ہم اب تک حصول رزق حلال کی کوشش میں ناکام رہے تھے۔

ثانیہ کو اس بارے میں کچھ معلوم نہیں تھا اسی لئے میری جانب سے خاموشی پر وہ خود ہی دو روز بعد انٹرویو کے رزلٹ کے بارے میں پوچھنے گھر چلی آئی تھی۔

کوئی بات نہیں یہاں نہ سہی کہیں اور مل جائے گی تم کوشش کرتے رہنا میں بھی نیوز پیپر باقاعدگی سے پڑھتی رہوں گی انشاءاللہ جلد ہی تمہیں

اچھی جاب ضرور مل جائے گی۔

نہیں ثانیہ بی بی! اس ملک کی ترقی و خوشحالی کے لئے اپنے زرخیز و توانا ذہنوں کی ضرورت نہیں ہے جب یہ تو یہاں برین ڈرین، کا سلسلہ بڑھتا ہی چلا جا رہا ہے یہاں کا نوجوان اپنی قابلیت اور صلاحیتوں کی ناقدری کے باعث اس ملک کو چھوڑ کر باہر جا کر اپنی صلاحیتیں آزما رہا ہے کیونکہ وہ جانتا ہے کہ اس ملک کے نام و نہار جاگیر دار اور وڈیرے جو ملک کی باگ دوڑ سنبھالے بیٹھے ہیں وہ کبھی اپنے مفادات کو زک پہنچنے نہیں دیں گے یہ کبھی اس ملک کو ترقی پذیری کے چنگل سے آزاد نہیں ہونے دیں گے۔ میں بھی اب یہاں قسمت آزمانے کے بجائے باہر کسی ملک چلا جاؤں گا، چاہے مجھے وہاں جا کر برتن دھونے پڑیں یا پھر ٹیکسی چلاتی پڑے میری جوان بہنیں ہیں بوڑھی ماں ہے۔ جن کے مستقبل کا میں واحد سہارا ہوں۔ مجھے ان کے لئے بہت کچھ

کرنا ہے اب نہ تم میرے لئے کسی جاب کی کوشش کرنا اور نہ ہی میں اپنی آنکھوں میں امید کے دیے روشن کروں گا میں جلد ہی باہر جانے کا انتظار کر رہا ہوں تمہارا بہت شکریہ کہ تم نے میرا اتنا ساتھ دیا، مجھے تمہارے لیے بھی بہت کچھ کرنا ہے بس تم مجھے کبھی مایوس مت کرنا۔

میں نے رندھے ہوئے لہجے میں کہا تھا، میرا ضبط جواب دے رہا تھا اپنی کم مائیگی اور ناقدری کا دکھ شدت سے ہو رہا تھا میں نہیں چاہتا تھا کہ ثانیہ علی کے سامنے حوصلہ و ہمت ہار جاؤں اس لئے اس کا جواب سنے بغیر خاموشی سے گھر سے نکل گیا تھا میرے جانے کے بعد وہ بھی اپنے گھر چلی گئی۔

پھر پچھلے کئی روز تک میں اپنے باہر جانے کے انتظام کے سلسلے میں مصروف رہا تھا بینک سے ابا کی گریجویٹی کی رقم اور کچھ دوستوں سے ادھار قرض لے کر دو ہفتوں کے اندر اندر میں نے باہر جانے کا انتظام

کرلیا تھا اس دوران میرا ثانیہ سے کوئی رابطہ نہیں رہا تھا وہ بھی شاید میری غیر موجودگی میں گھر آئی ہوگی لیکن میں سارے انتظامات مکمل کر کے ہی اس سے ملنا چاہتا تھا مگر اس سے پہلے ہی ثانیہ نے مجھ سے خود ملنے کی درخواست کی تھی ان دنوں وہ خاصی الجھی ہوئی تھی مجھے اصل وجہ معلوم نہیں تھی اس لئے میں نے آفس سے چھٹی پر ثانیہ کو اس کے آفس سے پک کرلیا تھا ہم دونوں زندگی میں پہلی بار گھر سے باہر ایک دوسرے سے مل رہے تھی کیونکہ گھر میں تفصیل سے بات نہیں ہو سکتی تھی یوں بھی ثانیہ کے سلسلے میں ابھی تک میں نے گھر میں کوئی تذکرہ نہیں کیا تھا، ابھی مناسب وقت نہیں آیا تھا اس لئے ہم دونوں قریبی ریسٹورنٹ میں چلے آئے تھے۔

دراصل جب سے ثانیہ نے جاب کی تھی اس کے گھر کے معاشی حالات قدرے بہتر ہو گئے تھے اس کی چھوٹی بہنیں بھی اسکول کالج

سے گھر آنے کے بعد شام میں گھر پر ٹیوشن پڑھاتی تھیں لہٰذا گھر کے حالات بہتر ہوئے تو ماں باپ کو بیٹوں کی شادی کی فکر شروع ہوئی تھی اور ان دنوں ثانیہ کا رشتہ آیا ہوا تھا ثانیہ نے مختصراً مجھے وہاں بیٹھتے ہی سب کچھ بتا دیا تھا اور یہی بات اس کے لئے الجھن اور پریشانی کا باعث بنی تھی وہ چاہتی تھی کہ میں اپنا پروپوزل گھر بھیجوں تا کہ اس کے ماں باپ اس کا رشتہ کہیں اور طے نہ کریں ظاہر ہے انہیں ثانیہ کے بعد باقی تین اور بیٹیاں بھی بیاہنی تھیں تب میں نے اسے اپنی مجبوریوں اور ذمے داریوں کا حوالہ دے کر اسے اپنے لئے انتظار کرنے کی درخواست کی تھی، میرا خیال تھا کہ باہر جا کر میں کچھ بن جاؤں اتنا پیسہ کما لوں کہ کم از کم دو بہنوں کو رخصت کر سکوں پھر اس کے بعد اپنے بارے میں سوچوں گا ابھی تو میں بالکل خالی ہاتھ اور خالی جیب تھا اپنی ماں اور بہنوں کے ساتھ ساتھ ثانیہ علی کی آنکھوں کے خوابوں کو بھی

مجھے ہی تعبیر دینی تھی اور اس کے لئے کچھ وقت درکار تھا جبکہ ثانیہ نے میری بات سے اختلاف کیا تھا اس کا کہنا تھا کہ اس کے ماں باپ یہ عذر نہیں مانیں گے ایک بیٹی کو کسی کے انتظار میں بٹھا کر وہ دوسری بیٹیوں کے نصیب کے در نہیں بند کر سکتے تھے لہٰذا مجھے کوئی معقول فیصلہ کرنا پڑے گا، تب میں خاموش ہو گیا تھا اور میری خاموشی کا اس نے اور ہی مطلب لیا تھا۔

وہ بے حد مایوسی کے عالم میں مجھ سے مخاطب ہوئی تھی۔

ہو سکتا ہے شامی! یہ ہماری آخری ملاقات ہو۔ تم تو جانتے ہو ہماری کلاس کے مسائل کا اولین اور گھمبیر مسئلہ بیٹیوں کی شادی کا ہوتا ہے ابا کے کاندھوں پر میرے علاوہ تین بیٹیوں کا بوجھ ہے اور وہ یہ بوجھ جلد از جلد ہلکا کرنے میں دیر نہیں لگائیں گے میں رخصت ہوں گی تب ہی تو سنعیہ اور سدرہ کی باری آئے گی نمرہ تو ابھی بہت چھوٹی ہے تم اچھی

طرح سوچ لو کہ ان حالات میں اب تمہیں کون سا قدم اٹھانا ہے ایک دو دن میں اپنے فیصلے سے مجھے آگاہ کر دینا اب میں چلتی ہوں زیادہ دیر ہوئی تو امی بھی پریشان ہو جائیں گی۔

پلیز ثانی! تھوڑی دیر تو اور ٹھہرو۔

میں نے اسے اٹھتے دیکھ کر کلائی تھام کر دوبارہ بیٹھنے کی درخواست کی تھی۔

ہمارے اردگرد کا ماحول کتنا خواب ناک اور دلکش تھا مگر ہم دونوں اپنے اپنے مسائل کی الجھنوں میں الجھے ان خوب صورت لمحوں کو ٹھیک سے انجوائے بھی نہ کر پائے تھے کوئی اور موقع ہوتا تو اس مسحور کن ماحول کی دلکشی میں ثانیہ کی ہم راہی میں محبت کے یہ حسن لمحے امر ہو جاتے لیکن شاید قسمت نے ہمارے مقدر میں ہجر لکھ دیا تھا جدائی کا ان جانا احساس ان حسین لمحوں کو ناگ بن کر ڈس رہا تھا میرے ہاتھوں

میں اس کا نازک ہاتھ تھا جن کی حدت سے ہی وہ خاموش پگھل رہی تھی ماحول میں انتہائی دھیمے سروں میں کسی سنگر کے گیت کے خوب صورت بول ماحول کو اپنے سنگ باندھ رہے تھے میں خاموشی سے ثانیہ کے سوگوار حسن کی سادگی کو نگاہوں میں چپ چاپ بھر رہا تھا پھر جانے یہ چہرہ یہ دلکش منظر دیکھنا نصیب ہوتا بھی یا نہیں۔

وہ بھی مجھے دیکھ رہی تھی پھر اپنا ہاتھ میرے ہاتھوں سے آہستگی سے نکال چکی تھی اس سے پہلے کہ وہ اٹھ کھڑی ہوتی میں نے کہا۔

ثانیہ! تم میرا انتظار تو کر سکتی ہو تم تو میری مجبوریوں کو جانتی ہو۔ تین جوان بہنوں کی ذمے داری میرے کاندھوں پر ہے ایسے میں ان کے لئے کچھ کیے بغیر اپنی شادی کی بات کیسے کر سکتا ہوں؟ میری بہنوں کے سر پر تو باپ کا سایہ بھی نہیں ہے کم از کم تم تو میری مجبوری کو سمجھو۔

میں نے ایک بار پھر اسے قائل کرنے کی کوشش کی تھی اور جواباً اس نے

میری جانب شکایتی انداز میں دیکھتے ہوئے کہا تھا۔

انتظار جانتے ہو شامیر! انتظار کیا ہوتا ہے؟ انتظار کسی اذیت ناک اور جان لیوا سزا کی مانند ہوتا ہے ایک ایسی سولی جس پر روح و جسم ایک نہ ختم ہونے والی آس و نراش کی کشمکش میں بے چین لٹکے رہتے ہیں۔

اگر میں بناء کسی جواز کے بغیر کسی تعلق اور رشتے کے تمہارے انتظار میں ماں باپ کی دہلیز پر بیٹھی رہی تو میری بہنوں کو بیاہنے کون آئے گا؟ اگر تم مرد ہو کر مجبوریوں کی زنجیروں میں قید ہو تو پھر میں تو ایک کمزور لڑکی ہوں زندگی کے بے رحم حالات کا سامنا کیسے کر سکوں گی؟

جاؤ شامیر! تم باہر جا کر اپنے ذمے داریوں کا بوجھ ہلکا کرنے کی کوشش کرو، اور میں یہاں خود کو حالات اور سمجھوتوں کے حوالے کر کے تمہیں اور تمہاری محبت کو بھلانے کی کوشش کروں گی۔

اتنی جان لیوا سزا اس نے اتنی آسانی سے سنا دی تھی پھر وہ میرے

رو کنے پر بھی نہیں رکی تھی اور میں خالی دل اور خالی آنکھوں کے ساتھ محبت کے کھونے کے دکھ کا بوجھ اپنے کاندھوں پر اٹھا کر تھکے قدموں سے گھر لوٹ آیا تھا گھر آ کر میں دیر تک اپنی بے بسی پر کڑھتا رہا تھا میں کسی بھی حال میں اپنے دل کی اولین خواہش اور محبت ثانیہ علی سے دستبردار ہونا نہیں چاہتا تھا مگر غم روزگار نے غم جاناں کے دکھ سے نظر پوشی کرنے پر مجبور کر دیا تھا لوگ کہتے ہیں مردوں کے اس معاشرے میں ہمیشہ عورت کمزور اور مظلوم ہوتی ہے اس لئے ساری ہمدردیاں اسی کے حصے میں آتی ہیں اور بے وفائی اور ہرجائی پن کے الزامات ہم مردوں کی جھولی میں آتے ہیں چاہ کر مجھ جیسے حرماں نصیب محبت میں صدق بھی رکھتے ہیں اور رسم وفا نبھانا بھی جانتے ہیں وہ حالات کے ہاتھوں بے بس ہو جائیں تو لوگ ان کی مجبوریوں کو کیوں نہیں سمجھتے ؟ کیوں ثانیہ علی کی طرح بزدل اور سنگ دل گردانتے ہیں؟ وہ

مجھ سے اتنی بدگمان اور ناراض تھی کہ دو روز بعد جرمنی کے لئے میری فلائیٹ تھی اور وہ مجھ سے آخری بار ملنے تک نہیں آئی تھی یوں میں مجبوریوں کے بجائے اپنے فرض و ذمے داری کی زنجیر میں قید جدائی کی صلیب دل پر رکھ کر دیار غیر چلا آیا تھا۔

☆☆☆

یہاں آ کر میں نے ایک ریسٹورنٹ میں معمولی سی نوکری کر لی۔ پھر کچھ ماہ بعد ٹیکسی چلانے لگا ایک سال کے اندر میں اپنے قدم جما چکا تھا میری ایم اے کی ڈگری کا یہاں کوئی خاص مصرف نہیں تھا باہر کے ملکوں میں تو ٹیکنیکل اور ہائی کوالیفائیڈ لوگوں کو پرائیویٹ اور نیم سرکاری اداروں میں جاب ملتی ہے بیس برس قبل کمپیوٹر اور آئی ٹی کی اعلیٰ فنی تعلیم کا اتنا رجحان نہیں تھا اس لئے مجھے بھی دیار غیر آ کر سخت جدوجہد اور محنت کرنی پڑی چھوٹے اور حقیر کی پروا کئے بغیر میں نے

ہر وہ کام کیا جو مجھے عزت سے روٹی اور ضرورت جتنا پیسہ دے سکے۔

مجھے وہاں دو برس گزر رہے تھے تب ہی مجھ سے چھوٹی ثمرہ اور ربیعہ کے رشتے امی نے طے کر دیے تھے اور مجھے شادی سے چند ہفتے پہلے آنے کی تاکید کی تھی اس عرصے میں اپنی ذات کی ضروری احتیاجات کو نظر انداز کر کے میں نے اچھی خاصی رقم اکٹھی کر کے ثمرہ اور ربیعہ کی شادی کے لئے بھیجی تھی اور جب سال بعد میں ثمرہ اور ربیعہ کو عزت سے رخصت کرنے ایک ہفتے کی وزٹ پر پاکستان آیا تو ثمرہ کی زبانی مجھے ثانیہ اور اس کے گھرانے پر ٹوٹنے والی قیامت کے بارے میں پتہ چلا تھا میرے جانے کے بعد ایک روز اچانک ہی آفس میں کام کرتے ہوئے ثانیہ کے والد پر فالج کا اٹیک ہوا تھا اور اتنا شدید تھا کہ ضروری ٹریٹمنٹ کے باوجود وہ عمر بھر کے لئے اپاہج بن کر بستر سے لگ گئے تھے ان کی نوکری بھی ختم ہو گئی تھی اور ساتھ ہی سرکاری کوارٹر

بھی واپس لے لیا گیا تھا، ان حالات میں ثانیہ نے ہی حوصلہ کیا تھا وہ لوگ ہمارا محلّہ چھوڑ کر کسی دوسرے علاقے میں کرائے کے مکان میں چلے گئے تھے ثانیہ کا تو کوئی بھائی بھی نہیں تھا مجھے بے حد افسوس ہوا تھا کہ ثمرہ جو ثانیہ کی دوست بھی تھی کے بے حد اصرار پر بھی ثانیہ نے اسے اپنا ایڈریس نہیں دیا تھا کہ وہ لوگ کہاں جا رہے ہیں؟ اس کے بعد سے ثانیہ اور اس کے گھر والوں کی کوئی خیر خبر نہیں ملی تھی میں تو بہنوں کی شادی میں مصروف ہو گیا تھا اور دونوں بہنوں کو رخصت کرنے کے بعد ایک بار پھر واپس چلا گیا تھا میں ان دنوں ایک چھوٹے سے ڈیپارٹمنٹل اسٹور میں کام کر رہا تھا اس لئے مزید پاکستان میں نہیں رک سکتا البتہ ثمرہ کو میں نے تاکید کی تھی کہ اگر ثانیہ کا ایڈریس اور اس کی خیریت کی اطلاع مل سکے تو مجھے ضرور خط میں لکھے یوں میری ثانیہ کی ذات میں دلچسپی ثمرہ پر واضح ہو گئی تھی اور اس نے

مجھے کہا تھا کہ وہ بھی شروع سے ثانیہ کو اپنی بھابھی بنانے کے خواب دیکھتی آئی ہے لیکن ثانیہ نے جانے کیوں یہاں سے جاتے ہوئے سارے ناتے، سب رابطے ختم کر ڈالے؟ تب میں ثمرہ کو اصل وجہ نہیں بتا سکا تھا کہ ثانیہ میری وجہ سے تم سب سے بھی ناراض ہو کر گئی ہے شاید ہی اب اس کا پتہ چلے ہو سکتا ہے اس کی شادی بھی ہو گئی ہو۔ مجھے یہاں سے گئے ہوئے چار سال ہو گئے تھے اور میرے جانے سے پہلے اس کے رشتے کی بات چل رہی تھی واپسی کے سفر میں خاصا مایوس ہو کر پاکستان لوٹا تھا پھر چند ماہ تک ثمرہ کے خطوط باقاعدگی سے آتے رہے اور اس نے مایوسی ظاہر کی کہ ثانیہ کا کوئی پتہ نہیں چل سکا ہے یوں میں اس کی جانب سے مکمل طور پر مایوس ہو کر غم روزگار کی مصروفیت میں یوں گم ہوا کہ پھر ماہ و سال کا حساب کرنے کا موقع ہی نہیں مل سکا چند سال اور گزرے اور گڑیا کی شادی بھی ہو گئی جس

چھوٹے سے ڈیپارٹمنٹل اسٹور میں میں کام کرتا تھا اسے میں نے خرید لیا تھا پچھلے پندرہ سولہ سالوں میں اپنے حصے کی تمام ذمے داریاں پوری کرنے کے بعد میں اس قابل ہو گیا تھا کہ اپنی محنت و لگن سے ایک چھوٹے سے ڈیپارٹمنٹل اسٹور کا مالک بن گیا تھا، شاید اگر میں پاکستان میں ہوتا تو اپنا مکان بھی نہیں بنا سکتا تھا عمر کی مسافت میں وقت جس تیزی سے گزرا تھا وہ اپنے نقوش میرے تھکن زدہ وجود پر چھوڑ گیا تھا۔

پاکستان میں اماں اب میری شادی پر زور دے رہی تھیں اور میں انہیں اپنے پاس بلانا چاہتا تھا کیونکہ بیٹیوں کی شادیوں کے بعد اب وہ بالکل تنہا ہو گئی تھیں البتہ اماں کی خواہش پورا کرنا میرے لئے آسان نہیں تھا اس کی وجہ یہ تھی کہ آج بھی ثانیہ علی کی محبت میرے دل میں روزِ اول کی طرح شمع بن کر روشن تھی ان اٹھارہ برسوں میں کسی

دن کسی لمحے بھی میں اس کی یاد سے غافل نہیں رہا تھا حالانکہ مردوں کے بارے میں یہی خیال کیا جاتا ہے کہ مرد بے وفا اور ہرجائی ہوتے ہیں کسی ایک مقام پر پڑاؤ ڈالنا اس کی سرشت میں نہیں ہوتا لیکن یہ درست نہیں ہے میں آج بھی ثانیہ علی کی محبت دل میں بسائے رسم وفا نبھاتے ہوئے اٹھارہ برسوں بعد واپس اسی سرزمین اسی شہر کی فضاؤں میں لوٹ آیا تھا جہاں میری محبت کی خوشبو رچی بسی ہے آج اٹھارہ برس بعد میں شہر کے اسی ریسٹورنٹ میں موجود تھا جہاں آج سے اٹھارہ برس قبل ثانیہ علی کے ساتھ پہلی بار گھر سے باہر ملا تھا وہ ہماری آخری ملاقات تھی اب یہ چھوٹا سا ریسٹورنٹ خاصا بدل چکا تھا یہاں بیٹھ کر کافی کے سپ لیتے ہوئے ایک بار پھر سے وہی لمحے زندہ ہوئے تھے جن میں ثانیہ علی اور اس کی محبت میرے ساتھ تھی کاش! کہیں سے وہ ایک بار پھر میرے سامنے آجائے میں ایک بار پھر اس سے ملنا

چاہتا ہوں اسے دیکھنا چاہتا ہوں آج اپنی ذمہ داریوں کے بوجھ سے میرے کاندھے ہلکے ہو چکے ہیں لیکن اپنی ماں کی اولین خواہش اور خوشی میں پوری نہیں کر سکا انہیں میری شادی کا کتنا ارمان تھا لیکن میرے پاس آنے سے پہلے ہی وہ آخرت سدھار گئیں میں ان کے بلوانے کے انتظامات کرتا رہا اور وہ مجھے ہمیشہ کے لئے تنہا چھوڑ گئیں۔

تھوڑی دیر بعد میں ریسٹورنٹ سے باہر نکل آیا تھا ساحل سمندر کی رونق میں رفتہ رفتہ اضافہ ہونے لگا تھا بیچ کی فینسی لائٹس آن ہو چکی تھی میں اپنی گاڑی کی جانب آیا تھا ان دنوں میں بہت ڈسٹرب تھا گھر جانے کے بجائے اکثر رات گئے تک شہر کی سڑکوں پر بے مصرف گاڑی دوڑائے پھرتا تھا کسی آوارہ مسافر کی طرح جو منزل کی تلاش میں سرگرداں یہ امید دل میں لیے بھٹکتا پھرتا ہے کہ شاید وہ اس شہر

کے کسی گوشے میں تنہا بیٹھی میری منتظر ہو شاید اس نے میرا انتظار کیا ہو میری محبت میں صدق تھا میری طلب سچی تھی اس لئے میرے دل میں امید کا دیا خود بخود روشن ہو گیا تھا اور بے چینی و بے کلی مجھے ہوائے دشت کی مانند شہر کی سڑکوں پر اڑائے پھرتی ہے میں جو در بدر بھٹک رہا ہوں شاید کہیں وہ کسی موڑ پر مجھے مل جائے میں اپنی سوچوں میں مگن ڈرائیو کرتے ہوئے سی ویو روڈ کراس کر کے زمزمہ اسٹریٹ کا موڑ کاٹ رہا تھا تب ہی فٹ پاتھ کے کنارے موجود سراسکارف سے ڈھانپے کھڑے وجود کے چہرے پر نظر پڑتے ہی میرے سارے وجود میں حیرت و سرشاری بھر گئی تھی شاید یہ گمان ہو مگر، میں اپنے گمان کی تصدیق کے لئے گاڑی آہستہ سے اس کے قریب لے آیا تھا اس نے چہرے پر نقاب نہیں لگایا تھا لہٰذا لمحوں میں پہچان کے مراحل طے کرتے ہوئے میری آنکھوں میں بے اختیار خوشی و انبساط کے موتی

چھلک آئے تھے وہ ثانیہ علی ہی تھی گاڑی اپنے قریب رکتے دیکھ کر وہ بھی چونکی تھی اور سر اٹھا کر وہ مقابل کو دیکھنا چاہتی تھی۔

ثانی! تم یہاں! میں شامیر تمہارا شامیر حسن پہچانا نہیں مجھ کو؟ میں نے گاڑی سے اتر کر بے تابی سے اسے مخاطب کر کے کہا تھا مجھے یقین نہیں آ رہا تھا کہ کچھ دیر پہلے میرے لبوں سے نکلنے والی دعا یوں اچانک قبول ہو جائے گی خوشی کے مارے میرے ہونٹ لرز رہے تھے اگلے لمحے تو میں گنگ سا رہ گیا تھا اس نے مجھے پہچان لیا تھا میں گاڑی سے اتر کے اس کے نزدیک چلا آیا تھا۔

کہاں چلی گئی تھیں تم؟ مجھ سے اتنا ناراض تھیں کہ اپنا کوئی ایڈریس بھی نہیں دیا سارے تعلق سارے رابطے توڑ ڈالے آج میں کوئی عذر نہیں سنوں گا مجھ سے جو بھی شکایتیں کرنی ہوں کر لینا لیکن ابھی اور اسی وقت مجھے اپنے گھر لے کر چلو۔ تمہیں ڈراپ بھی کر دوں گا اور تم سے

بہت سی باتیں بھی کرنی ہیں۔ کتنے دن سے تمہیں ڈھونڈ رہا ہوں اور تم آج یہاں ملی ہو میں نے ایک ہی سانس میں سب کچھ کہہ ڈالا تھا کہ کہیں وہ انکار نہ کر دے مگر وہ خاموشی سے فرنٹ ڈور کھول کر گاڑی میں بیٹھ گئی تھی اس کے بیٹھتے ہی میں نے گاڑی آگے بڑھا دی تھی اس نے راستہ مجھے سمجھا دیا تھا اور پھر خاموش ہو گئی تھی میں نے ایک نظر اس کے صبیح چہرے پر نگاہ ڈالی تھی اگرچہ وقت نے اس کے روشن جگماتے نقوش کو کسی حد تک مدہم کر دیا تھا مگر پھر بھی خزاں پوری طرح اس کے وجود پر نہیں چھائی تھی اٹھارہ برسوں بعد بھی نوعمر لڑکیوں کی طرح وہ جسمانی طور پر نازک اور چہرے کی سادگی کے ساتھ دلکش چہرے کے ساتھ میرے سامنے تھی مگر میں نے اس کے ظاہری روپ سے محبت نہیں کی تھی اس کی سادگی رکھ رکھاؤ، اور سیرت کی خوبصورتی نے اول روز سے میرے دل میں گھر کر رکھا تھا میں نے محبت کے

ساتھ اسے اپنے دل میں بہت اونچا مقام دے رکھا تھا وہ عام لڑکیوں سے یکسر مختلف تھی اسی لئے میرے دل نے اس کا انتخاب کیا تھا۔

تھوڑی دیر میں ہم اس کے اپارٹمنٹ کے سامنے تھے وہ چھوٹے سے فلیٹ میں رہائش پذیر تھی وہ مجھے ساتھ لیے سیڑھیاں چڑھتی اور چلی آئی تھی دروازہ کسی معمر خاتون نے کھولا تھا یقیناً ثانیہ کی امی ہوں گی میں نے قیاس کرتے ہوئے فوراً سلام کیا تھا اور ہاتھ آنکھوں پر رکھتے ہوئے انہوں نے مجھے پہچاننے کی کوشش میں سلام کا جواب دیا تھا اور اندر آنے کا راستہ بھی ثانیہ نے مجھے ڈرائنگ روم میں بٹھایا تھا ساتھ ہی انہیں میرے بارے میں بتایا تھا جسے سن کر ان کی آنکھوں میں مخصوص چمک اور شناسائی کی اپنائیت بھی تھی وہ میرے لئے چائے اور لوازمات کا انتظام کرنے چلی گئی تھی حالانکہ میں نے اسے منع کیا تھا کہ میں ریسٹورنٹ سے کافی پی کر نکلا تھا لیکن وہ مانی نہیں تھی تھوڑی

دیر کا کہہ کر وہ کچن کی جانب چلی گئی تھی تب میرے استفسار پر ثانیہ کی امی نے میرے جانے کے بعد پیش آنے والے سارے حالات سنا ڈالے تھے کس طرح اچانک ثانیہ کے والد کو فالج کا اٹیک ہوا پھر ان کی معذوری کے بعد نوکری بھی چلی گئی تب ثانیہ نے ہی ساری ذمہ داریوں کا بوجھ اپنے ناتواں کاندھوں پر از خود منتقل کر لیا تھا محکمے سے ملنے والا سارا پیسہ اس کے والد کے علاج پر خرچ ہو گیا تھا مگر وہ پھر بھی ٹھیک نہیں ہو سکے تھے اور چند برس بستر پر بے بسی کے عالم میں گزار کر اپنے خالق حقیقی سے جا ملے لہٰذا ثانیہ نے ان حالات میں ان دنوں آئے ہوئے پروپوزل سے انکار کر دیا کیونکہ اگر وہ رخصت ہو کر اس گھر سے چلی جاتی تو باقی تین بہنوں اور بوڑھی ماں کو کون سنبھالتا ثانیہ سے چھوٹی تینوں بہنیں پڑھ رہی تھیں یوں ثانیہ کی امی نے فہم و تدبر سے کام لیتے ہوئے ثانیہ کے بجائے ثانیہ کی چھوٹی بہن صنغیہ کو

بیاہ دیا تھا کچھ سال بعد ثانیہ کی جاب نہ صرف پکی ہوگئی بلکہ اس کی تنخواہ بھی بڑھ گئی یوں اپنے آپ کو فرائض اور ذمہ داریوں تک محدود کر کے ثانیہ نے اپنی شادی کے باب کو کلوز کر دیا شاید دل کے کسی گوشے میں میری واپسی کی امید لئے وہ غیر محسوس انداز میں میرا انتظار کرنے لگی تھی پھر باری باری ماہ و سال کے وقفے سے سدرہ اور نمرہ کی بھی شادی کر دی اس نے اور خود بوڑھی ماں کے ساتھ بے رنگ زندگی کے کٹھن لمحوں کو کسی امید کے سہارے جینے لگی تھی جانے کون سی ان دیکھی ڈور تھی جس نے ہم دونوں کے دلوں کو ایک دوسرے سے باندھ رکھا تھا اور آج اتنے برسوں کی مسافت کے بعد ثانیہ علی اور میرا انتظار ختم ہوا تھا اس کے اکیلے پن کا اندازہ تو مجھے راستے ہی میں ہو گیا تھا حالانکہ ہم دونوں ایک دوسرے سے یکسر بے خبر تھے مگر شاید قدرت نے میری کسی لمحے دعا کو مستجابی بخشی تھی اسی

لئے وہ آج تک تنہا تھی وہ مجھے ڈرائنگ روم میں آنٹی کے ساتھ بٹھا کر خود چائے بنانے چلی گئی تھی حالانکہ میں نے اسے منع کیا تھا مگر ثانیہ نے میری بات نہیں مانی تھی اس کے جانے کے بعد آنٹی نے ساری روداد مجھے سنادی تھی کہ میرے ملک سے باہر جانے کے بعد ان کے ساتھ کتنے کٹھن حالات پیش آئے اور جن کا سامنا ثانیہ نے پورے حوصلے اور ہمت سے کیا تھا یہ جان کر کہ حالات کی وجہ سے وہ آج بھی تنہا ہے اب تک اس کی شادی نہیں ہوئی ہے یہ جان کر ثانیہ کو پانے کی خواہش نئے سرے سے میرے اندر جذبوں کو شدت بخشنے لگی تھی میں نے دل میں خدا کا شکر ادا کیا تھا جس نے میرے لمبے ہجر کی کڑی مسافت کو رائیگاں جانے سے بچالیا تھا ثانیہ لوازمات کے ساتھ چائے لے کر ڈرائینگ روم میں داخل ہوئی تو آنٹی نماز کے لئے اٹھ گئیں اور مجھے ثانیہ کے سامنے اپنے دل کی ساری حکایتیں اور شدتیں بیان

کرنے کا موقع مل گیا میں نے تو ٹھیک طرح سے اس سے محبت کا اظہار بھی نہیں کیا تھا آج میں اپنے دل کی خواہش و جذبات کو اس کے سامنے لفظوں کی صورت خراج عقیدت پیش کرنا چاہتا تھا کہ وہ میرے لئے کتنی اہم اور معتبر ہے۔

ثانیہ نے مجھے چائے سرو کی تھی اور خود اپنی چائے لے کر صوفے پر بیٹھ گئی تھی اس نے اب تک کچھ نہیں کہا تھا شاید وہ مجھے سننے کی منتظر تھی اس لئے میں نے لب کھولے اور اٹھارہ برسوں کا حال اور اس کی یاد میں گزرے ایک ایک لمحے کا حساب اسے دے ڈالا تھا جب کہ اس کے اٹھارہ برسوں کی روداد میں آنٹی کی زبانی سن چکا تھا کس طرح اس نے اپنے جذبات و خواہشات کا گلہ گھونٹ کر باپ کے مرنے کے بعد بہنوں کی ذمے داریوں اور فرائض کو خوش اسلوبی سے نبھایا تھا میرے دل میں یہ سب جان کر ثانیہ علی کے لیے محبت اور عقیدت میں اضافہ

ہو گیا تھا وہ جانتی نہیں تھی کہ وہ میرے لئے کیا ہے؟

جانتا ہوں کہ مجھ سے بہت شکوے گلے ہوں گے لیکن آج میں ساری مجبوریوں اور ذمے داریوں سے آزاد ہوں میں تمہیں بتانا چاہتا ہوں کہ میری زندگی میں تمہاری کیا حیثیت ہے میرے دل میں تمہاری کتنی محبت ہے میں نے نگاہوں میں جلتے جگنوؤں کی ساری روشنی اس کی آنکھوں میں بھرنی چاہی تھی اپنی آنکھوں کے خواب اس کی بنجر آنکھوں میں بونے جا رہا تھا تا کہ محبتوں کے رفاقتوں کے گلشن پھر سے مہک اٹھیں برسوں کی جدائی کے بعد اظہار کے موسم میں وصل کے لمحے امر ہو جائیں۔

ثانی! محبت مجبور ضروری ہوتی ہے لیکن بے وفا نہیں ہوتی میں اپنی محبت اور وفا کے ساتھ ایک بار پھر تم سے تمہارا ساتھ تمہاری محبت مانگنے آیا ہوں، کیا تم میری ہم راہی کو قبول کرو گی؟

میں نے آگے بڑھ کر اس کے قدموں میں گھٹنوں کے بل بیٹھتے ہوئے اس کے نرم ہاتھ تھامے ہوئے پوچھا تھا جواباً وہ سر اٹھا کر میری آنکھوں میں دیکھتے ہوئے گویا ہوئی تھی۔

شامی! ہم اپنے رب سے دعاؤں میں گڑگڑا کر اس شے کو مانگتے ہیں جو ہمیں سب سے زیادہ عزیز ہوتی ہے لیکن وہ پروردگار ہم کو وہی دیتا ہے جس میں ہماری بھلائی اور خوشی پوشیدہ ہوتی ہے یقیناً ہماری دعاؤں اور خواہشوں میں صدق شامل تھا تب ہی حالات نے ہمیں ایک دوسرے کا طویل انتظار کرنے پر مجبور کر دیا اور بالآخر آج قدرت نے ہمیں ملا دیا ہے تم میری اولین خواہش ہو جسے میرے رب نے اتنی طویل مسافت کے بعد انعام کی صورت میری جھولی میں ڈال دیا ہے آؤ ہم اپنے رب العزت کا شکر ساتھ ساتھ ادا کریں۔

ثانیہ نے میرے ہاتھ تھامے اٹھتے ہوئے کہا تھا اور شکرانے کے نفل

ادا کر کے ڈرائنگ روم کی طرف آنے والی ثانیہ کی امی نے دہلیز پر ان دونوں کے چہروں پر سرشاری اور اطمینان کی کیفیت دیکھ کر اس بار پھر خدا کا شکر ادا کیا۔

ختم شد

www.urdurasala.com